رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد	می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

سالانہ چندہ ۲
فی پرچہ ۱/

جلد ۸ | کاکوری جمعہ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۲

ادبیات

بربادیٔ گلشن

(از مولوی تحسین الدین علوی بی-اے مرحوم)

آہ گلشن کیا ہوا تیری جوانی کا نکھار ‖ اور وہ عالم کہ سو رعنائیاں جس پر نثار

وہ ہنسی پھولوں کی غنچوں کا تبسم دل نواز ‖ بلبلوں کے چہچہے وہ نغمہ ہائے جاں نواز

سبزہ کی کہنوا بکا وہ جھومنا مستانہ وار ‖ اور پھر جھک جھک کے سطح آب کو کرنا پیار

سب قرینے سے کھڑے تھے نونہالان چمن ‖ اک طرف نسرین و سوسن ایکطرف کچھ یاسمن

یاد آیا ہے کہ ہر لب پر ترا افسانہ تھا ‖ یاد آیا ہے کہ رضواں تک ترا دیوانہ تھا

وہ بہاریں وہ فضائیں کیا ہوئیں باد صبا ‖ تجھکو تو معلوم ہوگا تجھکو تو ہوگا کچھ پتا

نغمہ سنجان چمن سب چل بسے آخر کدھر ‖ ایک سناٹا نظر آتا ہے دیکھو اب جدھر

گم شدہ ہے وہ شادمانی اب وہ دور نشاط ‖ حیف کتنی جلد الٹ دی دنیا نے بساط

چھائی ہے افسردگی وہ رونق محفل نہیں ‖ بحر خاموشی ہے وہ جس کا کوئی ساحل نہیں

بے ثباتی جہاں سے ہر نفس مجبور ہے ‖ بچ سکیں آفات دنیا سے یہ کب مقدور ہے

حُسن

میں نے طلوع و غروب آفتاب کا نظارہ اُفق میں پہاڑوں اور وادیوں سے دیکھا ہے ـــــ سنجیدہ حُسن میں آتے ہوئے اپنے پُرانے نغموں کی طرح آہستہ آہستہ ! ـــــ

میں نے اپریل کو نرگس کے پھولوں اور حسین پرندوں کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا ہے ـــــ ایک انداز دلکش لئے ہوئے ـــ گیاہ خودرو اور دلربا بارش کے ساتھ ـ !

میں نے غنچوں کے نغمے سُنے ہیں اور موجوں کے ترنم ـــــ اور جہاز کی محرابوں سے خوبصورت اور اجنبی ملکوں کا منظر دیکھا ہے ـــــ لیکن خدا نے جو سب سے زیادہ حسین چیز ہیں دکھلائی ـــــ وہ اُس کی سریلی آواز ـــــ اور اُس کے ریشمی بال ـــــ اور اس کی نیم باز آنکھیں ـــــ اور ـــــ اور اُس کے شیریں اور خمیدہ سُرخ لب ـ

(ماخوذ)

صفحۂ ہستی پہ کتنے نقش اُبھرے اور مٹے ‖ خاک سے پیدا ہوئے اور خاک ہی میں مل گئے

کچھ خبر ہے عشق تجھکو ایکدن وہ آئے گا

اس طرح تیرا نشان بھی دہر سے مٹ جائیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | کاکوری، جمعہ، ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء | نمبر ۲

نظم ملت

(مولوی مصلح الدین احمد صاحب اسیر)

تنظیم کی ضرورت ہر زمانہ میں ہر قوم و ملت کو محسوس ہوتی رہی اس چیز کی اہمیت پر اقوام عالم زور دیتی چلی آئی ہیں کوئی گروہ کوئی جتھا خواہ سیاسی ہو خانگی یا مذہبی بغیر شیرازہ کے قائم نہیں رہ سکتا، تاریخ عالم اس بات پر گواہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کی باگ ڈور ہمیشہ نظم جمعیت اور تفریق کے ہاتھوں میں رہی ہے جو قوم بڑھی اپنی تنظیم اور شیرازہ بندی ہی کے ہاتھوں معراج کمال پر پہونچی اور جتنی قومیں مٹیں اپنی تفریق اور اپنی جماعت کے نفاق کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گئیں۔

اسلام دین فطرت ہے، اُس نے نہ صرف مسلمانوں کو سیاسی یا قومی حیثیت ہی سے مربوط کیا بلکہ ان کے ہر ہر شعبہ حیات میں ایک ایسا نظم قائم کر دیا کہ جس کے بغیر مسلمانوں کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہ رہا، حضرت شارع علیہ السلام نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو فرض کر کے مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح نہ صرف رشتہ حیات میں منسلک کر دیا بلکہ والدین، اولاد، زوج و زوجہ، اعزہ و اقربا کے حقوق ان کے ذمہ اس طرح لگا دیئے کہ موت و فوت کے بعد بھی وہ ایک دوسرے سے مربوط ہے بغیر نہیں رہ سکتے مگر مسلمان خدا کے حکم سے بے خبر اپنی خرابی کو پس پشت سمجھے ہوئے اپنی پرستش میں آپ مشغول ہو گیا اور اس نے اس ساری تنظیم کے تار و پود اپنے نزدیک بکھیر کر رکھ دیئے اور اپنے ہاتھوں خفر و ذلت میں جا گرا۔

اسلام نے قبلہ ایک مقرر کر دیا تو اُس نے یک قلم نماز ہی ترک کر دی اور سال میں ایک مہینہ کے جو روزے اس پر فرض گردانے گئے تھے ان کے فوائد سے قطع نظر کر بیٹھا اور اصل یہ ہے کہ جب اللہ میاں نے کھانے کو دیا ہے تو پھر روزہ اُس پر فرض ہی کہاں رہا اب رہا حج تو وہ دولتمندوں پر فرض ہے اور جو دولتمند ہیں اُن کو بھلا لین اور دین کے ارکان کے معلوم کرنیکی فرصت ہی کہاں؟ ورنہ ایک نماز ہی کو لے لیجئے، قرآن و حدیث دونوں میں نماز باجماعت کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ وارکعوا مع الراکعین کے معنے یہی ہیں کہ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں،

بخاری شریف میں آیا ہے کہ "اس ذات باری کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری خواہش یہی ہے کہ میں لوگوں کو لکڑیاں فراہم کا حکم دوں اور انکے فراہم ہو جانیکے بعد پھر نماز کا حکم دوں جس کے لئے اذان کہی جائے اس کے بعد میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں میں جا کر آگ لگا دوں جو مسجدوں میں نماز کو نہیں آتے"۔

نماز باجماعت سے اُن بے شمار روحانی فوائد کے علاوہ داعی اسلام کا منشا مسلمانوں کی شیرازہ بندی بھی تھی خیال تو کیجئے کہ دن میں پانچ بار مسجدوں میں مسلمانوں کے اجتماع سے باہمی محبت، میل جول، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی خلوص کہاں تک نہ بڑھے گا۔ ایک شخص کو دوسرے کے درد میں شرکت کا کیونکر موقع نہ ملے گا آپس کی کدورتیں کہاں تک دور نہ ہو جائیں گی مناقشات باہمی کا تصفیہ کیونکر نہ ہوگا ایک دوسرے کی امداد و اعانت کی خو کیونکر نہ پیدا ہوگی امیری غریبی کے امتیازات کیسے باقی رہ سکیں گے جبکہ محمود و ایاز دوش بدوش ہمیشہ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز پنجگانہ ادا کرتے ہوں گے۔

نماز باجماعت پر خدا اور رسول کے زور دینے کا منشا یہی ہے کہ غرور اور تجبتر کی بیخ کنی ہو مسلمانوں میں ایک نظم پیدا ہو، انکا خلفشار دور ہو اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک قومی تنظیم کی روح دوڑ جائے، اسلام کی شان و شوکت نمایاں ہو، اغیار جب انکی شیرازہ بندی اور تنظیم، اوقات کی پابندی اور اخوت باہمی کا مظاہرہ دیکھیں تو لرزہ براندام ہو جائیں، ہمارے دلوں میں، دماغوں میں، عقائد میں، اعمال میں، حرکات میں سکنات میں نشست و برخاست میں اور بات چیت میں یکرنگی اور شائستگی لطف اور انکسار پیدا ہو۔

اب آپ ہی خیال کیجئے کہ ہر محلہ کے تمام لوگ پانچ وقت ایک مسجد میں جمع ہو کر ہفتہ وار شہر کی جامع مسجد میں اکٹھا ہو کر شہر و مضافات کے مسلمان سال میں دو مرتبہ عیدگاہ میں حاضر ہو کر اور جن میں خدا نے مقدرت دی ہے وہ عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ کہ معظمہ میں حاضری دیکر اپنے بھائیوں سے

تبادلہ خیال کرینگے تو قومی شیرازہ بندی اپنی استواری کی کن حدوں سے ٹکرائیگی اور مسلمان کیا آج کے مسلمان کی طرح تباہی اور ذلت کے غار میں اوندھے منھ پڑا ہوگا؟ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح آقائی نہ کرتا ہوگا؟ کیا یہ غلامی اور افلاس کی بلا اس پر مسلط ہو سکتی ہے؟

(۲) زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کے متعلق زبانی تاکیدات ہیں چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد فرمایا تھا دنیوی سزا یہ مقرر ہوئی تھی کہ انکار پر قتل کر دیا جائے اور اخروی عذاب تو بہت ہی سخت ہے، نص صریح ہے۔ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یعنی جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے چلے جاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آخرت میں انھیں سخت عذاب دیا جائے گا۔ اس حکم کے نزول کے وقت مسلمان عام طور پر غریب تھے لیکن زکوٰۃ کی برکت نے انھیں مالدار بنا دیا لوگ مستحقین کی تلاش میں پھرتے تھے اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔

زکوٰۃ کی فرضیت میں سب سے بڑی حکمت یہی تھی کہ پچاس فیصدی غریب مسلمانوں کی امداد و اعانت کا معقول و مستقل انتظام ہو جائے وہ ایک سہارا پاکر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، دنیا میں ذی عزت زندگی گذار سکیں اور ان کے دلوں میں احسان پذیری کے جذبات پرورش پاتے رہیں جن سے باہمی اخوت و مودت کا رشتہ استوار تر ہو جائے اور آج جو سرمایہ دار اور مفلس کے درمیان کشمکش برپا ہو گئی ہے اُس سے نجات پاکر مفلس سے مفلس شخص بھی اپنے قلب کو مطمئن رکھ سکے اور اپنے قول و عمل میں حقانیت، للہیت اور صداقت کی روح پھونک دے، اس کا جو قدم بھی اُٹھے وہ خدا کی راہ میں پڑے سے

ہر کہ شیران راکند روبہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج

کا مصداق بنکر اس کا قدم صراط مستقیم سے ڈگمگا نہ جائے اور دین و دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر نہ رہے۔

ان جکڑ بندیوں کے علاوہ خود تنظیم، اتحاد و اتفاق کے لئے صریحی احکام موجود ہیں اور نفاق سے اجتناب کرنیکے لئے موثر طریقہ پر متنبہ فرمایا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ مسلمانو! تم سب مل کر مضبوطی کے ساتھ اللہ کی رسی پکڑے رہو۔ دوسری نص قرآنی شاہد ہے۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ تم متحد ہو جاؤ اور باہم جھگڑے پیدا نہ کرو ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی۔

تیسرا حکم قرآنی یہ ہے۔ ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ باہم تفریق اور پھوٹ پیدا نہ کرو اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اسلام لانے سے پیشتر تمھاری حالت کتنی بدتر تھی تمھارے اندر کتنا افتراق پھیلا ہوا تھا تم پر شدید عداوتیں مسلط تھیں خدا نے تم پر بڑا فضل فرمایا تمھارے دلوں میں محبت پیدا کر دی اور تم اپنی تمام باہمی عداوتیں بھولکر بھائی بھائی بن گئے حالانکہ تمھاری حالت یہ تھی کہ گویا تم آگ کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔

اسی طرح حدیث شریف میں وارد ہے "ہرگز جنت میں نہ جاؤ گے تاوقتیکہ مومن نہ بنو اور ہرگز مومن نہیں بن سکتے تاوقتیکہ باہم محبت نہ کرو" دوسری حدیث نبوی ہے "تم میں سے اسوقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جبتک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔" پھر قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم، واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین۔ یعنی اگر تم سچے مسلمان ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنی اصلاح و ترقی کے لئے اجتماعی سعی و جہد سے کام لو،

متذکرہ صدر نصوص قرآنی اور احادیث نبویؐ سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان اپنی اصلاح اور ترقی کی سعی سے غافل نہ رہیں، اس بات میں انکی انفرادی کوششیں کسی کام نہ آئیں گی بلکہ تمام مسلمان منظم ہو کر اجتماعی طور پر اپنی صلاح و فلاح کے لئے جد و جہد کریں یہ نہیں کہ دس کانگریس میں گھسے ہوئے گاندھی جی کی جے پکار رہے ہیں تو دس مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے محمد علی جناح زندہ باد کے نعرہ لگا رہے ہیں دس آزاد کانگریس میں شریک ہیں دس سیرت کمیٹی کے رکن بنے ہوئے ہیں دس مسلم انڈیا کو سراہ رہے ہیں دس مخلوط وزارتوں کو کعبہ مقصود قرار دے رہے ہیں، مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے باہمی اختلافات تہ کرکے رکھدینا چاہئیں اس کے بعد خدا اور رسول کے احکام کے مطابق اپنے قومی انتشار کی شیرازہ بندی کرنا چاہئے اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح خدا کے نام کا جھنڈا اٹھائے

عالم میں نصب کرنا چاہئے۔

سچ تو یہ ہے کہ جب ہماری غرض و غایت اعلائے کلمۃ الحق ہوگی تو ہماری کوششیں بھی کامیاب ہونگی ہمارے نفوس مزکیٰ ہمارے قلوب مصفےٰ ہماری روحیں مجلیٰ ہونگی اور دین و دنیا ہمارے قدموں کے نیچے ہوگی۔

نقوش

ہمارے پاس عرصہ سے یہ شکایتیں آرہی ہیں کہ قصبہ کے وسط میں اور صدری سڑک پر شراب و تاڑی کی دوکانوں کی وجہ سے شور و غل کے علاوہ اکثر راستہ ناقابل گذر ہو جاتا ہے۔ صدری سڑک ہونیکی وجہ سے یکہ، تانگوں، ڈولیوں وغیرہ جن میں عموماً زنانی سواریاں ہوتی ہیں اور شرفا کے یہاں کی عورتیں لکھنؤ جاتی ہیں یا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں ڈولیوں پر سفر کرتی ہیں اکثر ننا کی پائی گئیں کہ نہایت گندے الفاظ ان کے کانوں تک پہونچے یا سواری کو دیر تک ٹھہرنا پڑا اور ہفتہ میں دو دن کٹرہ کی بازاروں میں بکثرت دیہاتی عورتیں پیدل اس سڑک سے گذرتی ہیں جن کو بعض اوقات بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے رپورٹر کا بیان ہے کہ سہ پہر سے رات گئے تک اکثر لوگ شراب و تاڑی پی پی کر ایسے بدمست ہوتے اور سڑک پر ایسی ایسی فحش فعلیاں یا زبان درازی کرتے ہیں کہ بکثرت تماشائی سڑک پر جمع ہو جاتے ہیں جس سے پیدل چلنے والوں اور یکوں وغیرہ کے گذرنے میں بڑی زحمتیں لاحق ہو جاتی ہیں۔

غالباً قوانین آبکاری میں بھی کوئی دفعہ ایسی ہوگی کہ اس قسم کی دوکانیں شارع عام اور وہ بھی صدری سڑک پر قائم نہ کی جائیں۔

ہم محکمہ آبکاری کے افسران سے اس طرف جلد متوجہ ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے بھی عرض کرینگے کہ وہ اس معاملہ میں خاص طور پر توجہ فرماکر قصبہ کے لوگوں کی اس دیرینہ شکایت کو رفع کرنے کی سفارش حکامان محکمہ آبکاری سے فرمائینگے۔ ساتھ ہی چیرمین صاحب ٹاون ایریا کمیٹی سے بھی ہم یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ بھی ہر امکانی کوشش اس غلاظت کو قصبہ سے ہٹانے کی کریں تاکہ اُنکی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہو۔

ایک سبق آموز کہانی

لئے ہو اخدا کی مار ایسی بیوی پر کہ میاں کو چھوڑ کر یہ جا اور وہ جا۔۔ اور بھلا اندھیر تو دیکھو کہ اپنی ننھی سی بچی کا بھی خیال نہ کیا ایسا بھی دنیا کا خون کیا سفید ہوگیا۔ کہ ماںتا کا بھی خیال نہ رہا۔ اور ایک ڈاکٹر کے ساتھ ہولی۔ اور پھر میاں بھی ایسا کہ جس نے راج رجوار کھا تھا۔ بس اس کا قصور یہ تھا کہ وہ بدصورت تھا۔۔۔۔۔ تو کیا دنیا میں بدصورت شوہروں کو نباہتے نہیں۔۔۔۔ مگر بُری باتوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا ہے۔ آخر ہوا وہی جو میں سمجھے بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر تو اندھا ہو کر فقیر بن گیا۔ اور یہ اپنے چہرہ پر کلنگ کا ٹیکہ لگا بیٹھیں۔ میاں ہسپتال سے اپنی بیوی کو پھر گھر لایا۔۔۔ آخر تھا تو وہ مرد۔۔۔۔ بھلا کیوں نہ وہ بدلہ لیتا۔ اُس نے کیا کیا کہ یوں تو بیوی کو سب آرام پہونچائے۔ مگر اُسے بچی کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ اور جہاں اُنکی ماںتا بھڑکی اور میاں نے بیوی کو کچوکے دیئے۔ اور سچ بھی ہے ڈاکٹر کے ساتھ جاتے وقت ماںتا کا خیال نہ کیا۔ آخر جب ننھی کرشنا بیمار ہوئی۔ تو اس بیچارے نے رحم کھاکر ماں بیٹی کو ملا دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس سے پہلے بیوی اپنی جان پر کھیل گئیں۔ اور تھوڑی دیر بعد بچی بھی ماں کے پاس پہونچ گئی۔ بیوی مری بچی مری۔۔۔۔۔۔ میاں بیچارہ اکیلا رہ گیا۔ اس صدمے نے اس کا دل نرم کر دیا۔

ایک دن ایک اندھی بھکارن اس کے پاس آئی۔ اُس نے غم غلط کرنے کے لئے اس اندھی کو اپنے گھر میں آباد کر لیا۔ اور پھر اسکے لئے وہ وہ چاہ چونچلے کئے گئے۔ جو شاید کسی رئیس زادی کو بھی نصیب ہوئے ہوں گے۔ اور پھر اس بیچارے نے اپریشن کراکے اندھی کی آنکھیں بھی ٹھیک کرادیں۔ مگر یہ لڑکی ایسی احسان فراموش نکلی کہ اس بیچارے کی صورت دیکھتے ہی گھبرا گئی۔ اس سے نفرت کرنے لگی۔ اور ایک دن ٹسوے بہانے لگی۔ اور کہنے لگی کہ مجھے تو کسی اور سے محبت ہے۔

اور جب اس غریب کو یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ اُسی ڈاکٹر سے محبت کرتی ہے۔ جو اس کی بیوی کو لے گیا تھا۔ تو وہ سکتہ میں رہ گیا۔ مگر شاباش ہے۔ انسان ہو تو ایسا ہو۔ اس بھکارن کی خوشی کے لئے وہ اس ڈاکٹر کو جو اندھا فقیر تھا تلاش کر کے اپنے گھر لایا۔ اور اُسے بتائے

بعیر اس کی خوب خدمت کی۔ اور اس کی آنکھیں بھی درست کرائیں ادھر اس غریب کا دل صدموں سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے بجائے اُس نے لڑکی کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور مرتے دم بھی یہی کہا کہ اس لڑکی کو ہمیشہ خوش رکھنا کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے۔"

فانوسِ خیال

(از ناظر کاکوروی)

"کلی کھلنے کے بعد آپ نے گلاب کو بھی کھلتے دیکھا ہوگا۔ بس بعینہٖ ایسا ہی تر و تازہ گلاب انسانی شکل میں مجھکو بھی ایک باغ میں نظر آیا۔ شباب و رعنائی کی موجیں اس کے قدموں پر نثار ہوتی تھیں اور وہ بھی میرے محبت کی چڑھتی ہوئی دھوپ میں بیٹھ کر اپنے خونِ جگر سے عشق کی زندہ داستان بنانا چاہتی تھی۔ میں کھنچا چلا جا رہا تھا۔ لیکن مجھکو خود معلوم نہ تھا کہ رقیہؔ میں کونسی کشش ہے جو ایک عالم کو اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ پر میں جانتا تھا کہ اس کا دل بے چین ہے اور اس کا رخصت کے وقت حسرت سے بار بار مڑ مڑ کر دور تک مجھکو دیکھنا آج بھی یاد ہے اور دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ رقیہؔ کا چاند سا مکھڑا تو محض وفا اور بے تاب پروانوں کے نثار ہونے کے لئے بنایا گیا تھا لیکن ——— ایسا نہ ہوا۔

میں نے رقیہؔ سے جنوں کی حد تک محبت کی ——— میں نے ایسا کیوں کیا؟ محبت سے کیا فائدہ ہوا؟ میری حالت اس وقت کیسی عجیب ہو گئی تھی اس کا کیا جواب دوں؟ ——— میں صرف ایک ہی ذات کو دیکھنا چاہتا تھا۔ ایک ہی خیال میں ڈوبا رہنا چاہتا تھا۔ ایک ہی سراب کے پیچھے دوڑنا چاہتا تھا۔ ایک ہی نام کی تسبیح پڑھنا چاہتا تھا۔ یہ تھے وہ جذبات جو آج سے ۲۰ سال قبل میرے قلبِ حزیں میں موجزن تھے۔ محبت کا ایک سنہرا حلقہ تھا جو ہر وقت فضا میں چکر کھا کر رقیہؔ کا تصور پیش کرکے غائب ہو جایا کرتا تھا ———"

اس سے آنکھیں چار ہوئیں۔ میں اپنی محبت سے ناواقف تھا۔ اس نے میرے دُکھے ہوئے قلب پر پھایا رکھا ——— مجھکو اس وقت اس علاج کی ضرورت تھی بس اب کیا تھا نگاہیں گلے ملیں دل بغل گیر ہوئے اور کسی اَن دیکھی ہلکی لیکن مضبوط زنجیر نے ہماری دونوں روحوں کو جکڑنا شروع کر دیا۔ یہ ایک دن نہیں پورے ۴ سال شمع و پروانوں کی طرح ایک دوسرے پر نثار ہوتے رہے۔ رسوائیوں کو پسِ پشت ڈالا۔ ایک مضطرب سیماب صفت دل تھا جو کسی پیکرِ ناز پر بے تابانہ فدا ہونا چاہتا تھا۔ ایک پیاسی روح تھی جو کسی ٹھنڈے چشمہ کی تلاش میں سرگرداں تھی ——— وہاں بھی کس شئے کی کمی تھی۔ حسن تھا۔ حُسن تھا۔ ناز تھا۔ شوخی تھی۔ محبت تھی۔ راحت تھی۔ میں تھا اور میری حسرتیں تخیل میں کسی کی پھیلی ہوئی خوبصورت باہیں ہوتیں اور محبت میں وارفتہ کا کلیں ——— یہی نہیں بلکہ مست نگاہیں بھی تھیں اور کافر ادائیں۔

کون سی شئے تھی جو اس پیکرِ وفا کے پاس میرے لئے موجود نہ تھی۔ میں نے پورے ۴ سال اس بزمِ ناز میں گذار دیئے نہ دن کی خبر تھی۔ اور نہ رات کی۔ زندگی شاید اسی کا نام تھا۔ اور محبت شاید اسی کو کہتے تھے کہ ہر وقت ایک آگ سی دل میں لگی ہوئی تھی ——— میں نے رقیہؔ کو اب سے پہلی بار اس وقت دیکھا جب میرے لئے بے غرض سب سے زیادہ محبت کرنے والی ذات نے دنیا سے منہ موڑ لیا تھا۔ میں غمگین تھا۔ دنیا میری نگاہ میں تیرہ و تار تھی۔ اس وقت رقیہؔ نے مجھکو تسکین دی اور اپنی جادو بھری نگاہوں کی دعوت دیکر میرے ماحول میں تبدیلی پیدا کر دی ——— ؎

وہ واقف نہیں اپنی نگاہوں کے اثر سے   اس راز کو پوچھو کسی برباد نظر سے

مجھکو اپنی ذات میں رقیہؔ نے فنا کر دیا اب میں کسی مصرف کا نہ رہا تھا۔ کئی ہفتہ میں بے محابا رقیہؔ سے ملتا رہا۔ رقیہؔ مجھکو بستئی پان بنا کر کھلاتی میں نے اس تشکریہ میں بستئی پان پر ایک نظم بھی لکھی ——— ابھی تک میری تعلیم مکمل نہ ہوئی تھی۔ میں تعلیم کے لئے علیگڈھ بھیج دیا گیا۔ خان ایمان ہوسٹل میں میرا داخلہ ہوا۔ علیگڈھ کی دنیا میرے لئے بالکل نئی تھی اور دلچسپ بھی۔ لیکن میرے مضطرب قلب کو وہاں کی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود بھی سکون نہ ملا۔

اب ہم لوگوں کی ملاقات اخلاقی نقطۂ نظر سے معیوب سمجھی گئی۔ اکثر احباب و اعزہ نے مجھکو اس روش سے ٹوکا لیکن یہاں تو بہرحال ٹھنا تھا۔ برباد ہونا تھا۔ لیکن خاک کو بھی محبوب کے پیروں سے روندے

جانے کی آرزو تھی ——— بس یہ تھا میرا معیار لیکن ایک مسئلہ ضرور مجھکو پریشان کیا کرتا تھا کہ مجرم میں تھا رقیہ کو آخر لوگ کیوں ناحق صلواتیں سناتے تھے۔ وجہ بعد کو سمجھ میں یہ آئی کہ اس کی طرف سے کوئی بولنے والا نہ تھا جو تھے بھی تو انکی نظروں میں وہ گل نہ تھی بلکہ خار"

رقیہ کی ابھی شادی نہ ہوئی تھی - میری ملاقات میں ابھی تک خواہشات کا شائبہ بھی نہ تھا۔ میں کیا چاہتا تھا صرف یہ کہ رقیہ کی شکل ایک بار اور دیکھ لوں ——— اس کو ہنستا دیکھ کر میرا قلب کھل جاتا تھا اسکی ہنسی میں اپنی زندگی کی قوس قزح کو روشن پاتا تھا ——— رقیہ کے والد ایک روشن خیال ڈاکٹر تھے۔ سرکاری فوج میں لفٹنٹ کرنل کا عہدہ حاصل تھا بہت کم وطن آتے تھے ——— ایک بار آئے جب اغیار نے یہ داستانیں انکو سنائیں تو بے تکلف کہنے لگے کہ رقیہ سمجھ دار جو تعلیم یافتہ ہے اپنے نیک و بد سے واقف آخر تسنیم کا اس سے ملنا کونسی قباحت ہے؟ تسنیم بھی اپنا عزیز ہے ——— یا تو آپ لوگ پردہ کے شرعی حدود پورے کیجئے یا ان بے کار لغو خیالات کو دور کیجئے ——— لیکن کہتے سنتے دیوار چلنے لگتی ہے ——— ڈاکٹر شمیم نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی کہ رقیہ کا نکاح سجاد سے کر دیا۔

ایک لڑکی کا کسی لڑکے سے نکاح ہونا بظاہر ایک معمولی واقعہ تھا لیکن کسی برباد نظر کی آرزوؤں کا خون ہو گیا ——— مجھکو اطلاع ہوئی۔ سجاد کو میں جانتا تھا ایک رئیس زادہ تھا۔ رئیس وابن الرئیس اور بہت سی قسمتوں کا انحصار سجاد کی ذات پر تھا ———"

اغیار نے سجاد کو یہ افسانے سنائے۔ سجاد آخر انسان تھا۔ اس نے رقیہ کو مجھ سے ملنے کی ممانعت کر دی ———

میں علیگڈھ میں تھا۔ ان واقعات کی اطلاع رقیہ نے دی ——— اب زمین میرے پیروں کے نیچے سے نکل چکی تھی۔ اب تک میں یہ کہتا تھا کہ مجھکو پاک محبت ہے لیکن اب سمجھ میں آیا کہ یہ بھی ایک دھوکہ تھا ——— اصل میں چھپی ہوئی خواہش یہی تھی کہ رقیہ اور میں ایک ہی کشتی کے مسافر ہوتے ——— جو بظاہر اب ناممکن تھا۔

بہر حال ——— میں برباد ہو گیا۔ اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ شکر یہی تھا کہ رقیہ کا تعلق بھی اس بربادی سے نہ تھا۔ رقیہ کی شادی ہو گئی۔ اسکی ازدواجی زندگی تلخ نہ تھی ——— لیکن رقیہ نے مجھکو فراموش نہ کیا اگر بفرض محال اس نے فراموش کیا بھی تو کم از کم میں تو اپنے برباد کرنیوالے کو کسی طریقہ سے بھی بھول نہ سکتا تھا۔! (باقی آئندہ)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (ایڈیٹر)

موسم:۔ گذشتہ عشرہ میں موسم بہت خراب رہا۔ گرمی شدید پڑی اکثر دن میں بھی گرمی کی شدت رہی اور بعض راتیں حبس و امس کی وجہ سے بہت تکلیف سے گذریں۔ ۱۰ اور ۱۱ مئی کی درمیانی شب میں نو بجے کے قریب اور ۱۱ تاریخ کو بعد دوپہر معمولی آندھیوں کے آنے سے کچھ گرمی میں خفت ہوئی ہے۔ ہوا کا رخ بدلا ہے اور کچھ ٹھنڈا ہوا۔ ۱۲ مئی کو بعد دوپہر کچھ ترشح ہوا اور ایک ہلکی جھاڑ او لونکی بھی گری جس کی وجہ سے کافی ٹھنڈک اُس دن و شب میں رہی اور اب تک اُسکے اثرات باقی ہیں کبھی کسی وقت بادل بھی آ جاتے ہیں

آب و ہوا:۔ انفلوانزا کی شکایات ابھی سُنی جاتی ہیں اور بچوں کے چیچک نکلنے کا حال بھی معلوم ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔

فاتحہ سہ منی:۔ (۱) ۱۰ مئی سنہ ۱۹۳۴ء کو قاضی راشد علیخاں کے یہاں سہ منی کا فاتحہ ہونے کی اطلاع ملی ہے۔

(۲) ۱۳ مئی سنہ ۱۹۳۴ء کو میر صادق علی عباسی کے یہاں بمقام محلہ قلعہ (ساجد منزل) بعد ذکر میلاد شریف اُن کی صاحبزادی کی تسمیہ خوانی ہوئی اور سہ منی کا فاتحہ ہوا۔ میر صادق علی نے اس موقع پر اپنے اعزہ و احباب کو دعوت طعام بھی دی تھی۔

ولادت:۔ (۱) منشی عبدالقیوم (احاطہ حضرت صاحب) کے یہاں بمقام لکھنؤ مشن اسپتال ۵ مئی سنہ ۱۹۳۴ء کو توام بچوں کے (ایک لڑکی و ایک لڑکا) پیدا ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچوں کو صحیح و تندرست رکھے۔ عمر طبعی کو پہونچائے اور صاحب اقبال ہوں۔ بچے بخیریت ہیں البتہ زچہ

(جو پہلے سے علیل تھیں) مشن اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ باری تعالےٰ شفاء عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔

(۲) ۱۱ مئی ۳۱ء کو منشی عبد الاحسان علوی (احاطہ حضرت صاحب) کے گھر میں لڑکی کی ولادت کی خبر آئی ہے۔ خداوند کریم بچی کی عمر دراز و اقبالمند کرے۔ زچہ اور بچی صحیح و تندرست ہیں۔

ملازمت:۔ ہم کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ سید اختر حسین بی۔ اے خلف اصغر سید عاشق حسین مرحوم (محلہ بستی رام گڑھ) کا تقرر انسپکٹر آبکاری کی جگہ پر صوبہ بنگال میں ہوا ہے اور گذشتہ عشرہ میں آگرہ سے (جہاں وہ ایم۔ اے میں پڑھ رہے تھے) کاکوری ایک دن ٹھہر کر کلکتہ روانہ ہو گئے۔

معاودت وطن:۔ میر شجاعت علی عباسی خلف اکبر میر ثابت علی عباسی (محلہ قلعہ) معہ اپنی والدہ اور ہمشیر کے ۱۲ سال کے بعد اور میر صادق علی عباسی خلف اکبر میر ضامن علی عباسی (محلہ قلعہ) معہ اپنی والدہ اور بھائیوں (کرم علی عباسی و سردار علی عباسی) کے ۷ سال کے بعد اورنگ آباد سے منشی مشیر احمد علوی ناظر بحصول رخصت دو ماہ الہ آباد سے منشی خلیق احمد علوی بسلسلہ تعطیل گرما صوبہ بمبئی سے۔ منشی احسان حسین معہ اپنی والدہ اور ہمشیروں کے ایک ہفتہ کے لئے عرصہ کے بعد لکھنؤ سے آئے تھے واپس گئے۔ اشتیاق علی علوی بسلسلہ تعطیل گرما علیگڈھ سے۔ منشی

تتمہ فہرست امیدواران امتحانات بابتہ ۱۹۳۱ء

محمد خلیل یوسفی (احاطہ حسن علی خاں) اُردو اعلیٰ قابلیت۔ شکیلہ فاطمہ (دتا ٹولہ) اُردو مڈل۔ شاہد حسن علوی (محلہ باؤلی) انگریزی مڈل۔ جمیلہ خاتون بنت منشی عرفان حسین مرحوم (دتا ٹولہ) اُردو مڈل۔ زاہدہ خاتون بنت منشی منظور علی علوی (تجیہ ٹولہ) دبیر ماہر۔ منشی اشتیاق علی علوی (مڈل) مسلم یونیورسٹی

علالتیں۔ (۱) مولوی حامد حسن علوی (محلہ باؤلی) کا علاج یونانی جھوائی ٹولہ (لکھنؤ) کے مشہور حکیم عبد المجید کا شروع کیا گیا تھا۔ دو تین دن دوا استعمال ہوئی اُس سے بجائے فائدہ کے تکلیف زیادہ بڑھی۔ ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا انھوں نے علاج دشوار بتایا تب ہومیو پیتھک علاج شروع کیا گیا۔ ضعف بہت ہے اور تکلیف رہتی ہے۔ اللہ رحم کرے۔

(۲) اہلیہ مولوی اسلام الدین علوی (مولوی محلہ) کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ کیفیات بدستور رہیں کوئی خاص فرق شکایات میں ہوتا نہیں سُنا گیا ہے۔ ضعف بہت ہو گیا ہے۔ غذا کی جانب رغبت بالکل نہیں ہے۔ خداوند کریم رحم فرمائے۔

(۳) منشی ظہیر احمد علوی (محلہ باؤلی) کی حالت ہنوز قابل اطمینان نہیں ہے جگر کی خرابی بتائی جاتی ہے۔ اللہ شفا دے۔

(۴) مجمل اطلاع ملی ہے کہ مولوی قمر الدین خاں علوی (لال امی) کے بڑے بیٹے کو تانگہ سے گرنے کی وجہ سے سر میں شدید چوٹ آئی اور دوسرے بیٹے کے آنکھ میں کچھ تکلیف پیدا ہو گئی ہے خدا کرے اِس درمیان میں دونوں بچوں کی شکایات رفع ہو گئی ہوں اور اب بالکل صحیح و تندرست ہوں۔

(۵) حیدر آباد کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مولوی مصلح الدین اختر کی علالت کا سلسلہ چھ ماہ سے جاری ہے۔ پھوڑوں کے مندمل ہونے کے بعد جگر کی جو خرابی کی شکایت پیدا ہوئی تھی باوجود مختلف طریقۂ معالجات کے طبیعت اصلاح پر نہیں آئی ہے۔ اکثر بخار ہو جاتا ہے اور کبھی اسہال کی شکایت لاحق ہوتی اور کبھی قبض کی تکلیف رہتی ہے۔ آجکل ویدک طریقۂ علاج ہو رہا ہے۔ خدا کرے اِس طریقۂ علاج سے پوری طرح ازالۂ مرض ہو کر سابقہ صحت عود کرے۔

وصولی بقایا:۔ ۳۰ اپریل کی اشاعت میں جو فہرست بقایا داران شائع ہوئی تھی۔ منجملہ تین سو سے زائد رقومات کے مبلغ نو روپیہ آٹھ آنے حسب تفصیل ذیل وصول ہوئے جس کے لئے ہم اُن حضرات کی توجہ کے مشکور رہیں۔

شیخ مبین علی صاحب عباسی کاکوری ۔۴ (منجملہ ۱۰ کے)۔ خواجہ عزیز احمد صاحب علوی (کاکوری) ۳ ۔ مولوی بدر الدین خانصاحب ۔ ۲ (۲ بقایا اور ۲ پیشگی چندہ) منشی احسان حسین علوی (لکھنؤ) ۔ ۳۔ اُن مخلص حضرات کے جو اخبار کے وجود کو ضروری سمجھتے ہیں اپنا پیشگی چندہ ماہ اپریل ہی میں ارسال کر دیا تھا بلکہ بعضوں نے اُس سے بھی پہلے اُن کی عنایت و شفقت کے ہم خاص طور پر مشکور ہیں۔ اُن حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ حاجی صدیق حسن صاحب علوی (محمدی)، حاجی امیر احمد صاحب علوی (کاکوری)، مولوی نظام الدین حیدر صاحب (حیدر آباد) مولوی بدر الدین خانصاحب (ضلع جالون) حافظ محمد حسین صاحب علوی شمس (لکھنؤ)

مولوی احتشام الدین صاحب علوی (کاکوری)، حاجی شفیق احمد صاحب علوی (دالیبہ)

متفرقات:- (۱) حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ و حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کے اعراس ۲۰ ربیع الثانی (۱۸ مئی سنہ ۴۱ء) یکشنبہ کے دن سے شروع ہوں گے۔ کاظم میاںؒ کا قل ۲۱ تاریخ کو بعد نماز عصر اور تراب شاہؒ کا قل ۲۲ ربیع الثانی کو بعد نماز ظہر ہو گا۔ ان تین دنوں میں دو محفلیں اول دن (سہ پہر اور رات کو)، اور تین محفلیں دوسرے روز (صبح۔ سہ پہر۔ رات) اور تیسرے دن دو محفلیں (صبح و بعد دوپہر) سماع کی ہونگی جسمیں دور دور سے قوال آتے ہیں اور بکثرت چوکیاں ہوتی ہیں جو اپنے گانوں سے اہل محفل کو محظوظ و متاثر کرتے ہیں۔ دونوں شبوں کو مزارات پر روشنی قابل دید ہوتی ہے اور اسبار سُنا ہے کہ روشنی کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ مزارات وغیرہ پر بجلی کے تار لگائے جارہے ہیں جس سے سیکڑوں رنگ رنگ کے قمقمے روشن ہوں گے۔ انجن آگیا ہے اور نواب عبدالکریم خانصاحب کی کوٹھی کے وسیع صحن کے ایک گوشہ میں نصب کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فاتحوں اور اعراس میں اب بجلی کی روشنی ہوا کرے گی۔

(۲) ریاست حیدرآباد سے حسب ذیل لوگوں کے تبادلہ کی اطلاع ملی ہے۔ (۱) منشی عبدالوالی علوی، بلدہ سے سنگاریڈی، ضلع میدک تبدیل ہوئے۔ اسسٹنٹ ہارٹیکلچرسٹ کی خدمت پر (۲) مولوی سخاوت اللہ انصاری، اورسیر، نائیگاؤں ضلع ناندیر سے حدگاؤں ضلع ناندیڑ کا تبادلہ ہوا۔

مرگ مفاجات:- اطلاع ملی ہے کہ مسمیٰ الادیا (چمار) ساکن جرہی واقع قاضی گڑھی سے کچھ دوسرے چماروں سے تکرار ہوئی جبکہ سب تاڑی کے نشہ میں سرشار تھے۔ کہا جاتا ہے کئی آدمیوں نے الادیا کو اسقدر مارا کہ وہ اُسی دن شب (۲۰، ۲۱ مئی) میں مرگیا۔ پولیس نے لاش پوسٹ مارٹم کے لئے لکھنؤ بھیجدی تھی اور بعد تحقیقات چھ آدمیوں کا چالان کیا ہے مزید تحقیقات جاری ہے۔

اطلاع:- جن حضرات کے پاس اعزازی اخبار جارہا ہے وہ آئندہ سے اخبار کا انتظار نہ فرمائیں کیونکہ بوجہ گرانی کاغذ بہت محدود تعداد میں اخبار اب چھپے گا و نیز اخبار کی مالی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے ٹکٹ کے دام بھی ناقابل برداشت ہیں۔ نامہ نگار حضرات بھی توجہ فرمائیں۔ مضامین اور خبریں پہونچنے کا معقول انتظام رکھیں۔ خصوصاً خبریں باقاعدہ دفتر میں پہونچنا چاہئے ورنہ اخبار ارسال نہوگا۔ (منیجر)

یورپ میں ایک نئی ایجاد

آلے کے ذریعہ حرارت کے درجے معلوم کئے جاتے ہیں۔ یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کے انچ بارش ہوئی، تھرمامیٹر کے ذریعہ مریض کے بخار کی ڈگری معلوم کی جاتی تھی اور ایکسرے کے ذریعہ جسم کے اندر کی کیفیت دریافت کرلی جاتی تھی۔ لیکن اب تک کوئی ایسا آلہ نہ تھا جس سے یہ معلوم ہوسکتا کہ ایک شخص کو دوسرے سے کتنی محبت ہے اور محبت ہے بھی کہ نہیں آپ پیار تو کرتے ہوں اپنی ماما کو لیکن دکھانے کیلئے جان دیتے ہوں بیوی پر اور وہ غریب خاتون آپ کی نظروں کو تاڑتے رہنے کے باوجود زبان نہ کھول سکے کہ رہنے دو اس مکاری کو، میں خوب جانتی ہوں کہ تم مجھ پر جان دیتے ہو یا تجمیہ ماما پر مرتے ہو، مگر اب سادہ لوح بیویوں کو آسانی سے دھوکہ نہ دیا جاسکے گا، گلاسگو یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر رابرٹ تھولیس نے ایک آلہ ایجاد کردیا ہے جس سے محبت کی گہرائی ناپی جاسکتی ہے۔

ایک نوجوان نے ڈاکٹر رابرٹ کو چیلنج دیا کہ آپ کا آلہ محبت کی گہرائی بتانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس نے لڑکیوں کے نام کی ایک فہرست ڈاکٹر رابرٹ کے سامنے پیش کرکے کہا۔ اگر آپکو اپنے آلے کی صحت کا دعویٰ ہے تو بتائیے انہیں سے مجھے کس لڑکی سے محبت ہے؟

ڈاکٹر نے نوجوان پر اپنے آلہ کا عمل کیا اور نوجوان کی پیش کردہ فہرست کے دو ناموں پر انگلی رکھکر کہا۔ ان دونوں لڑکیوں سے تمہیں محبت ہے۔

نوجوان ڈاکٹر کے جواب کی صحت پر حیران رہ گیا۔ آلے میں ایک کانٹا لگا ہوا ہے جو بجلی کی طاقت سے حرکت کرتا ہے، جس شخص کی محبت پیمائش کرنی ہوتی ہے اسے آلے کو چھونا پڑتا ہے، اس کے چھوتے ہی کانٹا گھوم جاتا ہے۔ اس زمانہ میں دوسرے امراض کی طرح مرض عشق [illegible] عام ہے، بخار کا پارہ حد سے تجاوز کرکے سرسام ہوجاتا ہے اور عشق کا درد حد سے تجاوز کرکے جنون پیدا کردیتا ہے۔ اس لئے تھرمامیٹر کی طرح ہر گھر میں "عشق میٹر" کا رہنا بھی ضروری ہے۔ (ماخوذ)

باہتمام سید توسل حسین، یونائٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر سید محمد مشیرالدین نے دفتر کاکوری اخبار، مولوی محلہ (لال امی)، کاکوری سے شائع کیا۔